© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نظرات

رہی اسلامی حکومت! تو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حکومت زمانہ کے مروجہ طور طریقوں سے کام لے کر بنائی نہیں جاتی ہے بلکہ خود بخود بن جاتی ہے۔ اسلام کے تصوّرِ حیات میں حکومت مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ وہ طبعی نتیجہ ہے اس نظامِ زندگی پر عمل کرنے کا جس کا نام اسلام ہے۔ یعنی مسلمان اگر صدقِ دل سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ امانت و دیانت، تقویٰ و طہارت اور اخلاقِ فاضلہ و مکارمِ عالیہ کے پیکر ہوتے ہیں تو خود اپنے لئے رحمت اور دوسروں کے لئے ہدایت و برکت کا سرچشمہ اور ذریعہ بنتے ہیں۔ اب بقائے اصلح کے قانون کے مطابق جہاں کہیں اور جس کسی سماج میں بھی رہتے ہیں معزز اور مکرم ہو کر رہتے ہیں اور اس بنا پر اقتدارِ اعلیٰ بھی انہیں کے ہاتھ میں آجاتا ہے اور اُس وقت قرآن کا وعدہ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْن پورا ہوتا ہے اور مسلمانوں کی دعا ربنا اٰتنا فِی الدُّنیا حسنۃ وفِی الاٰخرۃِ حَسَنَۃ مقبول و مستجاب ہوتی ہے۔ اس اقتدارِ اعلیٰ کے حصول کے بعد وہ سیاست مدن کی راہ میں جو قدم بھی اٹھاتے ہیں وہ رضائے الٰہی کا باعث اور دینی و دنیوی فوز و فلاح کا سبب ہوتا ہے اور بس یہی اسلامی حکومت ہے۔ پورے قرآن کو پڑھ جائیے اُس میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ مسلمان ایسی حکومت قائم کریں جس پر "اسلامی" کا لیبل لگا ہوا ہو بلکہ جو دعوت ہے وہ ایمان اور عمل صالح کی ہے۔ تقویٰ و طہارت اور اخلاقِ فاضلہ کی ہے۔ پھر جو حکم اقامتِ دین اور قیام عدل و قسط کا ہے وہ بھی اسی پر متفرع ہے۔ یعنی مسلمان جب صحیح معنیٰ میں مسلمان ہوں گے تو وہ امر بالمعروف بھی کریں گے اور نہی عن المنکر بھی۔ اور چونکہ صحیح مسلمان ہونے کی وجہ سے اقتدارِ اعلیٰ اُن کے ہاتھوں میں ہوگا ہی اس لئے اُن کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نتیجہ لازمی طور پر اقامتِ دین اور قیام عدل کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اسلام حقائق کا مذہب ہے اُس کی نگاہ اصل مقصد پر رہتی ہے اور وہ کبھی عنوان پرستی کا قائل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جبکہ صلحنامہ لکھا جا رہا تھا۔ نمائندہ قریش کے کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو حکم نہ دیتے کہ سر صلحنامہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بجائے عربوں کے قدیم طریقہ کے مطابق بسم اللہ اللّٰھم لکھیں۔ اس بنا پر حکومت کے معاملہ میں بھی اسلام کی نظر اصل مقصد پر ہے یعنی دنیا میں امن و امان اور عدل وانصاف کا قیام اور عام انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی رفاہیت کا سروسامان، اسے ہرگز اس سے بحث نہیں کہ اس حکومت کی تشکیل کس طرح ہوئی ہے؟ اور ارباب فن کی اصطلاح میں اس کا نام کیا قرار پاتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کا تعلق وقتی حالات و مصالح سے ہے جس طرح تمام دنیا کے مریضوں کے لئے ہر حالت میں ایک ہی نسخہ کارگر نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر زمانہ اور ہر دور میں تمام انسانوں کے لئے ایک ہی طرزِ حکومت متعین نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مدینہ میں جب اسلام کی سب سے پہلی اسٹیٹ قائم ہوئی جس کے صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو اس کی شکل کیا تھی؟ اسے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی زبانی سنئے جو قانون بین المملکتی اور اسلامیات دونوں کے نامور فاضل اور مشہور محقق ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں

> "یہ مدینہ کی ایک متحدہ ریاست تھی جس میں مسلمانوں، یہودیوں، غیر اہل کتاب عربوں اور عیسائیوں سے آباد خود مختار دیہات شریک تھے۔ اس اسٹیٹ کی اصل ساخت ہی مذہبی رواداری کی متقاضی تھی چنانچہ اس اسٹیٹ کے لئے جو دستور مرتب کیا گیا تھا اس میں رسمی طور پر بھی اس کو تسلیم کیا گیا ہے (Introduction to Islam P: 96)

لیکن جب یہودیوں اور ان کے ساتھیوں نے غداری اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو اب یہ وفاق قائم نہیں رہ سکا اور اسٹیٹ خالص مسلمانوں کی ہو گئی۔

اسلام میں چونکہ حکومت کی کوئی شکل متعین نہیں ہے اس لئے لادینی حکومت کو مستثنیٰ کر کے حکومت کی جتنی قسمیں ہو سکتی ہیں وہ اسلامی حکومت کی بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ شخصی حکومت اسلامی بھی ہو سکتی ہے اور غیر اسلامی بھی۔ اسی طرح جمہوری حکومت بھی اسلامی اور غیر اسلامی دونوں قسم کی ہو سکتی ہے۔ ڈکٹیٹر شپ بھی اسلامی اور غیر اسلامی دونوں قسم کی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جس حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اساس اسلام کے قانونِ عدل پر ہو وہ اسلامی ہے اور جس کا حال یہ نہ ہو وہ غیر اسلامی ہے۔ جس طرح تہذیب، کلچر، فنون اور علوم کسی خاص قوم کے اجارہ نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص انہیں اختیار کر سکتا ہے اسی طرح اسلام کا قانونِ عدل کسی خاص ملک اور قوم کی میراث نہیں ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک اسے اپنا سکتا ہے چنانچہ گاندھی جی نے ہندوستان کی حکومت کے لئے خواہش ظاہر کی ہی تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کی حکومت کے طرز پر ہو" پس جس طرح حکومت کی مذکورہ بالا قسمیں اسلامی اور غیر اسلامی دونوں طرح کی ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح حکومت کی ایک قسم سیکولر ہے اور سیکولر کی تعریف اگر یہ ہے کہ تمام مذاہب آزاد ہونگے اور ریاست کے ہر شخص کو یکساں شہری حقوق حاصل ہونگے تو اس معنیٰ کے اعتبار سے سکولر کی بھی دو قسمیں ہو سکتی ہیں، ایک اسلامی اور دوسری غیر اسلامی۔ اگر اس سکولر حکومت میں اسلام کا قانونِ عدل نافذ ہے تو یہ اسلامی ہے ورنہ نہیں! یاد رکھنا چاہیئے کہ "اسلامی" درحقیقت انسان کی طرح ایک کلی طبعی ہے جس کا تحقق افراد کے ضمن میں ہی ہو سکتا ہے۔

اب ایک دوسرے پہلو سے غور کیجئے! اسلامی حکومت کا مقصد کیا ہے؟ قیامِ عدل اور اعلاء کلمۃ اللہ ہی یا کچھ اور۔ پس اگر کسی ملک میں مسلمان اکثریت میں ہوں تو وہاں کیا یہ مقصد صرف اپنی حکومت کو اسلامی کہدینے سے حاصل ہو جاتا ہے؟ اور اگر اس کے برخلاف مسلمان اس ملک کے غیر مسلموں کے ساتھ ملکر ایک قومی حکومت قائم کریں اور اس کو سکولر قرار دیں۔ اور ساتھ ہی مسلمان فکر و عمل کے اعتبار سے پکے اور سچے مسلمان ہوں اور یہ راہ انھوں نے اس لئے اختیار کی ہو کہ اُس کا فائدہ غیر مسلم اکثریت کے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کو پہونچے تو فرمایئے! کیا اس صورت میں اسلامی حکومت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل نہیں ہوتی؟ برطانوی حکومت سکولر اسٹیٹ ہے۔ کیا اُس کی سکولرزم سے عیسائیت کو کوئی نقصان پہونچتا ہے۔ اسی طرح ہند کی حکومت سکولر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اگر وہ ہندو گورنمنٹ ہوتی تو جہاں تک ہندو مذہب، ہندو کلچر اور ہندو تہذیب کے فروغ و ترقی کا تعلق ہے وہ اور کیا کرتی؟ غیر مسلم اکثریت کے ملک جہاں کہ حکومت سکولر ہو وہاں کے مسلمان اگر روشن دماغ۔ بیدار مغز اور عقیدہ و عمل کے اعتبار سے پکے اور سچے مسلمان ہوں تو وہ وہاں بھی غیر مسلم اکثریت کو اپنے کیرکٹر، اخلاق اور روشن دماغی

© rasailojaraid.com